١٣١٧هـ

نطق الهلال

بأرخ ولاد الحبيب والوصال

شيخ الإسلام إمام أهل السنة والجماعة العلامة المجدد

الإمام أحمد رضا خان الحنفي القادري البريلوي

١٢٧٢ - ١٣٤٠هـ

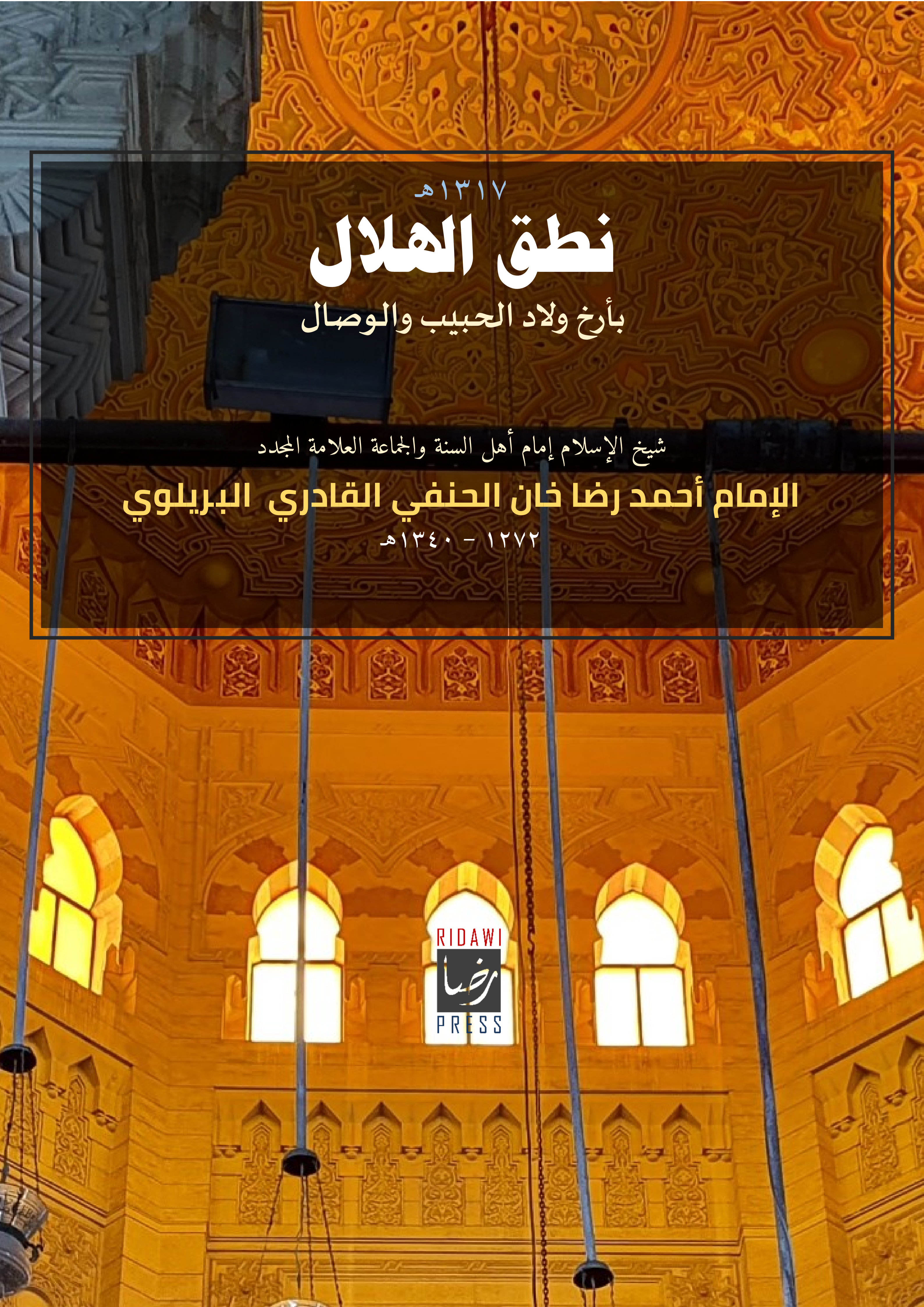

RIDAWI
رضا
PRESS

رسالہ نمبر	۱٦٥	فتاوی رضویہ کی جلد جس میں یہ رسالہ موجود ہے	٢٦

ضروري نوٹ

فتاوی رضویہ شریف کا دوسرا ایڈیشن علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد رشید علامہ حافظ عبد الستار سعیدی حفظہ اللہ تعالی کی سرپرستی میں رضا فاؤنڈیشن لاہور نے 30 ضخیم جلدوں میں شائع کیا تھا جس میں اعلیحضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کے 206 رسائل بھی شامل کر دئے گئے تھے۔ اس مطبوعہ فتاوی کا مصورۃ یعنی ڈیجیٹل Digital نسخہ (PDF) بھی بعض حضرات کی کاوشوں سے انٹرنیٹ پر فراہم کر دیا گیا ہے۔ اسی PDF سے یہ رسالہ ماخوذ ہے اور رضوی پریس نے محض اخراج کا کام کیا ہے۔ اللہ تعالی ان تمام علماء کرام اور ان کے معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے جن کی انتھک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ فتاوی رضویہ کا جدید ایڈیشن منظر عام پر آیا۔ دعاؤں کے حقدار وہ حضرات بھی ہیں جن کے مساعی جمیلہ کے سبب فتاوی مبارکہ کے (PDF) تک ہر خاص و عام کی رسائی ہوئی جزاھم اللہ احسن الجزاء

RIDAWI
رضا
PRESS

رسالہ

نطق الہلال بارخ ولاد الحبیب والوصال

(حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت و وصال پر ہلال کی گواہی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

فصل اوّل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

مسئلہ اولٰی ۲۱۷: استقرار نطفہ زکیہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کس ماہ و تاریخ میں ہوا؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ت)

الجواب

بعض غرہ رجب کہتے ہیں رواہ الخطیب عن سیدنا سہل التستری قدس سرہ (اس کو خطیب نے سیدنا سہل تستری قدس سرہ سے روایت کیا۔ت) اور بعض دہم محرم،

اخرج ابونعیم وابن عساکر عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال حمل برسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی عاشوراء المحرم وولد

اس کو ابونعیم اور ابن عساکر نے عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا استقرار حمل دسویں محرم ہوا اور ولادت

یوم الاثنین لثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من رمضان[1] اقول فیہ مسیب بن شریک ضعیف جدا۔

باسعادت بروز پیر دس رمضان المبارک کو ہوئی۔ میں کہتا ہوں اس میں مسیب بن شریک ہے جو انتہائی ضعیف ہے۔ (ت)

اور صحیح یہ ہے کہ ماہِ حج کی بارھویں تاریخ ھکذا صححہ فی المدارج کما سیأتی (مدارج میں اسی کی تصحیح فرمائی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ت) **اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) اس کی مؤید ہے حدیث ابن سعد و ابن عساکر کہ زن خثعمیہ نے حضرت عبداللہ کو اپنی طرف بلایا رمی جمار کا عذر فرمایا بعد رمی حضرت آمنہ سے مقاربت کی اور حمل اقدس مستقر ہوا، پھر خثعمیہ نے دیکھ کر کہا کیا ہمبستری کی؟، فرمایا ہاں، کہا کہ وہ نور کہ میں نے آپ کی پیشانی سے آسمان تک بلند دیکھا تھا نہ رہا آمنہ کو مژدہ دیجئے کہ اُن کے حمل میں افضل اہلِ زمین ہے۔

قال ابن سعد انا وھب بن جریر بن حازم ثنا ابی سمعت ابا یزید المدنی قال نبئت ان عبداللہ ابا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتی امرأۃ من خثعم فرأت النور بین عینیہ نورا ساطعا الی السماء فقالت ھل لک فیّ قال نعم حتی ارمی الجمرۃ[2] الحدیث۔

ابن سعد نے کہا ہمیں وہب بن جریر بن حازم نے خبر دی انھوں نے کہا مجھے میرے باپ نے بتایا کہ میں نے ابو یزید مدنی کو کہتے ہوئے سنا مجھے خبر دی گئی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والد ماجد سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قبیلہ بنی خثعم کی ایک عورت کے پاس تشریف لائے تو اس نے آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور آسمان تک بلند دیکھا اور کہا کہ کیا آپ کو مجھ میں کوئی رغبت ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں، یہاں تک کہ میں جمرات کو رمی کرلوں، حدیث۔ (ت)

ظاہر ہے کہ رمی جمار نہیں ہوتی مگر حج میں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۸ ثانیہ دن کیا تھا؟

الجواب

کہا گیا روز دوشنبہ ذکرہ الزبیر بن بکار وبہ جزم

ع اس کی تحقیق مسئلہ پنجم میں آتی ہے ۱۲ منہ

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر مولد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۹

[2] " " باب ذکر طہارۃ مولدہٖ وطیب اصلہ الخ ۳/ ۲۲۸

فی مجمع البحار[1] (اس کو زبیر نے ذکر کیا اور مجمع البحار میں اسی پر جزم فرمایا۔ ت) اور اصح یہ ہے کہ شبِ جمعہ تھی، اسی لئے امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شبِ جمعہ کو شبِ قدر سے افضل کہتے ہیں کہ یہ خیر و برکت و کرامت و سعادت جو اس میں اُتری اس کے ہمسر نہ کبھی اُتری نہ قیامت تک اُترے، وہاں تنزّل الملٰئکۃ والروح فیھا[2] (اس میں فرشتے اور روح الامین اترتے ہیں۔ ت) ہے یہاں مولائے ملائکہ و آقائے روح کا نزولِ اجلال عظیم الفتوح ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ مدارج النبوۃ میں ہے:

استقرار نطفہ زکیہ در ایام حج بر قول اصح در اوسط ایام تشریق شب جمعہ بود ازیں جہت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ لیلۃ الجمعہ را فاضل تر از لیلۃ القدر داشتہ[3] الخ۔

اصح قول کے مطابق نطفہ مطہرہ کا استقرار حج کے دنوں میں ایام تشریق کے درمیان جمعہ کی رات کو ہوا۔ اسی وجہ سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شبِ جمعہ کو شبِ قدر سے افضل سمجھتے ہیں الخ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۹ ثالثہ مدتِ حمل شریف کس قدر تھی؟

الجواب

۱۰ و ۹ و ۷ و ۶ ماہ سب کچھ کہا گیا اور صحیح نو مہینے ہیں،

فی شرح الزرقانی للمواھب اختلف فی مدۃ الحمل بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقیل تسعۃ اشھر کاملۃ وبہ صدر مغلطائی قال فی الغرر وھو الصحیح[4] الخ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

مواہب کی شرح زرقانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدتِ حمل میں اختلاف ہے، چنانچہ کہا گیا کہ پورے نو ماہ ہے۔ مغلطائی نے اسی قوم کو مقدم کیا۔ غرر میں فرمایا کہ یہی صحیح ہے الخ، اللہ تعالٰی درست بات کو خوب جانتا ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ (ت)

---

[1] مجمع بحار الانوار بیان نسبہ صلی اللہ علیہ وسلم مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورہ ۵/ ۲۶۵

[2] القرآن الکریم ۹۷/ ۴

[3] مدارج النبوۃ باب اول نور مصطفٰی استقرار نطفہ زکیہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ملتان ۲/ ۱۳

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر تزوج عبداللہ آمنہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۶

۲۲۰ مسئلہ رابعہ ولادت شریف کا دن کیا ہے؟

الجواب

بالاتفاق دوشنبہ صرح بہ العلامۃ ابن حجر فی افضل القری (علامہ ابن حجر نے افضل القری میں اس کی تصریح فرمائی۔ ت) سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیر کے دن کو فرماتے ہیں:

ذٰلک یوم ولدت فیہ، رواہ مسلم[1] عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

میں اسی دن پیدا ہوا ہوں (اس کو امام مسلم نے ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

۲۲۱ مسئلہ خامسہ کیا مہینہ تھا؟

الجواب

رجب، صفر، ربیع الاول، محرم، رمضان سب کچھ کہا گیا اور صحیح و مشہور و قول جمہور ربیع الاول ہے، مدارج میں ہے:

مشہور آنست کہ در ربیع الاول بود[2]۔

مشہور یہ ہے کہ ولادت مبارکہ ماہ ربیع الاول شریف میں ہوئی۔ (ت)

شرح الہمزیہ میں ہے:

الاصح فی شھر ربیع الاول[3]۔

اصح یہ ہے کہ ماہ ربیع الاول میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ (ت)

ربیع الاول، مواہب میں ہے: وھو قول جمھور العلماء[4] (اور وہ جمہور علماء کا قول ہے۔ ت) پھر کہا فی شھر ربیع الاول علی الصحیح[5] (صحیح قول کے مطابق ربیع الاول میں۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلاثۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۶۸
[2] مدارج النبوۃ باب اول ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۴
[3] الفتوحات الاحمدیۃ بالمنح المحمدیۃ شرح الہمزیۃ قولہ لیلۃ المولد جمالیہ قاہرہ ص ۱۰
[4] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول یوم الولادۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۴۰
[5] " " شہر الولادۃ " " ۱/۱۴۲

شرح زرقانی میں ہے :

قال ابن کثیر ھو المشھور عند الجمھور[1] ابن کثیر نے کہا جمہور کے نزدیک یہی مشہور ہے (ت)

اسی میں ہے : وعلیہ العمل[2] (اور اسی پر عمل ہے ۔ ت)

علمائے باآنکہ اقوال مذکورہ سے آگاہ تھے محرم و رمضان و رجب کی نفی فرمائی، مواہب میں ہے :

لم یکن فی المحرم ولا فی رجب ولا فی رمضان[3] ولادت مبارکہ نہ تو محرم میں ہوئی اور نہ ہی رجب میں اور نہ رمضان میں ۔ (ت)

شرح ام القرٰی میں ہے :

لم یکن فی الاشھر الحرم او رمضان[4] حُرمت والے مہینوں یا رمضان میں ولادت مبارکہ نہیں ہوئی (ت)

یہاں تک کہ علامہ ابن الجوزی و ابن جزار نے اسی پر اجماع نقل کیا۔ نسیم الریاض میں تلقیح سے ہے :

اتفقوا علی انہ ولد یوم الاثنین فی شھر ربیع الاول[5] اس پر علماء متفق ہیں کہ آپ ماہ ربیع الاول میں پیر کے روز پیدا ہوئے ۔ (ت)

اسی طرح ان کی صفوہ میں ہے، کما للزرقانی ثم عزاہ ایضا لابن الجزار (جیسا کہ زرقانی کا قول ہے، پھر اس کو ابن جزار کی طرف منسوب کیا۔ ت) پس اس کا انکار اگر ترجیحات علماء و اختیار جمہور کی ناواقفی سے ہو تو جہل ورنہ مرکب کہ اس سے بدتر۔ فقیر کہتا ہے مگر اس تقدیر پر استقرار حمل ماہ ذی الحجہ میں صریح اشکال کہ دربارہ حمل چھ مہینے سے کمی عادۃً محال، اور خود اوپر گزرا کہ مدتِ حمل شریف نو ۹ ماہ ہونا اصح الاقوال، تو یہ تینوں تصحیحیں کیونکر مطابق ہوں **لکنی اقول** وباللہ التوفیق (لیکن میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں ۔ ت) مہینے زمانہ جاہلیت میں معین نہ تھے اہلِ عرب ہمیشہ شہر حرم کی تقدیم

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۲/۱

[2] " " " " " " " " " "

[3] المواہب اللدنیہ المقصد الاول یوم ولادۃ المکتب الاسلامی " ۱۴۲/۱

[4] شرح ام القرٰی

[5] نسیم الریاض فصل ومن ذٰلک ما ظہر من الآیات عند مولدہ مرکز اہل سنت برکات رضا ۲۷۵/۳

www.alahazratnetwork.org

تاخیر کرلیتے جس کے سبب ذی الحجہ ہر ماہ میں دورہ کرجاتا،

قال اللہ تعالٰی انما النسیئ زیادۃ فی الکفر یضل بہ الذین کفروا یحلونہ عاما ویحرمونہ عاما لیواطئوا عدۃ ما حرم اللہ[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا ان کا مہینے پیچھے ہٹانا نہیں مگر اور کفر میں بڑھنا، اس سے کافر بہکائے جاتے ہیں۔ ایک برس اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور دوسرے برس اسے حرام مانتے ہیں کہ اس گنتی کے برابر ہوجائیں جو اللہ تعالٰی نے حرام فرمائی (ت)

یہاں تک کہ صدیق اکبر و مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہما نے جو ہجرت سے نویں سال حج کیا وہ مہینا واقع میں ذیقعدہ تھا سال دہم میں ذی الحجہ اپنے ٹھکانے سے آیا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حج فرمایا اور ارشاد کیا:

ان الزمان قد استدار کھیأتہ یوم خلق اللہ السمٰوٰت والارض الحدیث۔ رواہ الشیخان[2]۔

یعنی زمانہ دورہ کرکے اُسی حالت پر آگیا جس پر روزِ تخلیق زمین و آسمان تھا اس حدیث کو امام بخاری و امام مسلم نے روایت فرمایا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اُس دن سے نسئ نسیاً منسیاً ہوا اور یہی دورہ دوازدہ ماہہ قیامت تک رہا تو کچھ بعید نہیں کہ اُس ذی الحجہ سے ربیع الاول تک نو مہینے ہوں شاید شیخ محقق اسی نکتہ کی طرف مشیر ہیں کہ زمانہ استقرار مبارک

عہ اس پر اعتراض ہے کہ بروزِ عرفہ صدیق و مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اعلان احکام الٰہیہ فرمایا جسے رب عزوجل نے واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ بریئ من المشرکین ورسولہ[3] (اور منادی پکار دینا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ت) فرمایا اگر وہ ذی الحجہ نہ ہوتا ایسا نہ فرماتا۔ اقول وفیہ نظر بوجوہ فتامل منہ غفرلہ (میں کہتا ہوں اس میں کئی وجوہ سے نظر ہے پس غور کرو۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۷

[2] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ براءۃ باب قولہ ان عدۃ الشہور الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۷۲
صحیح مسلم کتاب القسامۃ باب تغلیظ تحریم الدماء " " " ۲/ ۶۰

[3] القرآن الکریم ۹/ ۳

کو ایام حج سے تعبیر کیا نہ کہ ذی الحجہ سے، اگرچہ اُس وقت کے عُرف میں اُسے ذی الحجہ بھی کہنا ممکن تھا۔

اقول اب مسئلہ ثالثہ وخامسہ کی تصحیحوں پر مسئلہ اولیٰ کا جواب ۱۲ جمادی الآخرہ ہوگا مگر جاہلیت کا دورنسئی اگر منتظم مانا جائے یعنی علی التوالی ایک ایک مہینا ہٹاتے ہوں تو سال استقرار حمل اقدس ذی الحجہ شعبان میں پڑتا ہے نہ کہ جمادی الآخرہ میں کہ ذی الحجہ حجۃ الوداع شریف جب عمر اقدس حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تریسٹھواں سال تھا ذی الحجہ میں آیا تو ۱۲،۱۲ کے اسقاط سے جب عمر اقدس سے تیسرا سال تھا ذی الحجہ میں ہوا اور دوسرا سال ذی القعدہ اور پہلا سال شوال، ولادت شریفہ رمضان اور سال استقرار حمل مبارک شعبان میں لیکن اُن نامنتظموں کی کوئی بات منتظم نہ تھی جب جیسی چاہتے کرلیتے لٹیرے لوگ جب لُوٹ مار چاہتے اور مہینا ان کے حسابوں اشہر حرم سے ہوتا اپنے سردار کے پاس آتے اور کہتے اس سال یہ مہینا حلال کردے، وہ حلال کردیتا، اور دوسرے سال گنتی پُوری کرنے کو حرام ٹھہرا دیتا کما رواہ ابناء جریر والمنذر ومردویہ[1] وابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما (جیسا کہ اس کو جریر، منذر، مردویہ اور ابوحاتم کے بیٹوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے روایت کیا۔ ت) تو اس سال جمادی الآخرہ میں ذی الحجہ ہونا کچھ بعید نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

فائدہ: سائل نے یہاں تاریخ سے سوال نہ کیا اس میں اقوال بہت مختلف ہیں، دو۲، آٹھ۸، دس۱۰، بارہ۱۲، سترہ۱۷، اٹھارہ۱۸، بائیس۲۲، سات قول ہیں مگر اشہر واکثر ماخوذ ومعتبر بارھویں ہے۔ مکہ معظمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ مکان مولد اقدس کی زیارت کرتے ہیں کما فی المواھب والمدارج[2] (جیسا کہ مواہب لدنیہ اور مدارج النبوۃ میں ہے۔ ت) اور خاص اس مکان جنت نشان میں اسی تاریخ مجلس میلاد مقدس ہوتی ہے۔

علامہ قسطلانی وفاضل زرقانی فرماتے ہیں:

المشھور انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولد یوم الاثنین ثانی عشر ربیع الاول وھو قول محمد بن اسحاق امام المغازی وغیرہ[3]

مشہور یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بارہ ربیع الاول بروز پیر کو پیدا ہوئے، امام المغازی محمد بن اسحاق وغیرہ کا یہی قول ہے۔ (ت)

---

[1] الدرالمنثور تحت الآیۃ ۹/۳۷ ۴/۱۶۳ [2] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ۱/۱۴۲

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر تزوج عبداللہ آمنہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۳۲

www.alahazratnetwork.org

شرح مواہب میں امام ابن کثیر سے ہے :

ھو المشھور عند الجمھور[1] جمہور کے نزدیک یہی مشہور ہے۔ (ت)

اسی میں ہے : ھو الذی علیہ العمل[2] (یہی وہ ہے جس پر عمل ہے۔ ت)

شرح الہمزیہ میں ہے : ھو المشھور وعلیہ العمل[3] (یہی مشہور ہے اور اسی پر عمل ہے۔ ت)

اسی طرح مدارج وغیرہ میں تصریح کی :

وان کان اکثر المحدثین والمؤرخین علی ثمان خلون وعلیہ اجمع اھل الزیجات واختارہ ابن حزم والحمیدی وروی عن ابن عباس وجبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنھم وبالاول صدر مغلطائی واعتمدہ الذھبی فی تھذیب التھذیب تبعا للمزی وحکم المشھور بقیل وصحح الدمیاطی عشرا خلت اقول وحاسبنا فوجدنا غرۃ المحرم الوسطیۃ عام ولادتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم الخمیس فکانت غرۃ شھر الولادۃ الکریمۃ الوسطیۃ یوم الاحد والھلالیۃ یوم الاثنین فکان یوم الاثنین الثامن من الشھر، ولذا اجمع

اگرچہ اکثر محدثین ومورخین کا نظریہ ہے کہ ولادت باسعادت آٹھ تاریخ کو ہوئی، اہلِ زیجات کا اسی پر اجماع ہے۔ ابن حزم وحمیدی کا یہی مختار ہے اور ابن عباس وجبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی مروی ہے۔ مغلطائی نے قول اول سے آغاز فرمایا اور امام ذہبی نے مزی کی پیروی کرتے ہوئے تہذیب التہذیب میں اسی پر اعتماد کیا اور قیل کے ساتھ مشہور کا حکم لگایا اور دمیاطی نے دس تاریخ کو صحیح قرار دیا۔ اقول (میں کہتا ہوں) ہم نے حساب لگایا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت اقدس والے سال محرم کا غرّہ وسطیہ (آغاز) جمعرات کے روز پایا تو اس طرح ماہِ ولادتِ کریمہ کا غرّہ وسطیہ بروز اتوار اور غرّہ ہلالیہ بروز پیر ہوا تو اس طرح پیر کے روز ماہ ولادت مبارکہ کی آٹھ تاریخ بنتی ہے۔ یہی وجہ

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر تزوج عبداللہ آمنہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۲

[2] " " " " " " " "

[3] الفتوحات الاحمدیۃ بالمنح المحمدیۃ شرح الہمزیۃ تحت قولہ لیلۃ المولد جمالیہ قاہرہ ص ۱۰

علیه اصحاب الزیج ومجرد ملاحظة الغرة الوسطیة یظهر استحالة سائر الاقوال ماخلا الطرفین والعلم بالحق عند مقلب الملوین۔

ہے کہ اہل زیجات کا اس پر اجماع ہے۔ محض غرہ وسطیہ کو دیکھنے سے طرفین کے علاوہ تمام اقوال کا محال ہونا ظاہر ہوجاتا ہے اور حق کا علم شب و روز کو بدلنے والے کے پاس ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ تلقی امت بالقبول کے لئے شان عظیم ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفطر یوم یفطر الناس والاضحٰی یوم یضحی الناس، رواہ الترمذی[1] عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنها بسند صحیح۔

عید الفطر اس دن ہے جس دن لوگ عید کریں اور عید اضحٰی اُس روز ہے جس روز لوگ عید سمجھیں (اس کو امام ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

فطرکم یوم تفطرون واضحاکم یوم تضحون۔ رواہ ابوداؤد[2] والبیهقی فی السنن عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه بسند صحیح ورواہ الترمذی وحسنه فزاد فی اوله[3] الصوم یوم تصومون و الفطر[4] الحدیث وارسله الشافعی فی مسنده والبیهقی فی سننه عن عطاء فزاد فی اٰخره[4] وعرفة یوم تعرفون۔"

تمہاری عید الفطر اس دن ہے جس دن تم عید الفطر کرو اور تمہاری عید الاضحٰی اس دن ہے جس دن کو تم عید الاضحٰی سمجھو۔ اس کو ابوداؤد اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ترمذی نے اس کو روایت کرکے حسن قرار دیا اور اس کے شروع میں یہ بڑھایا کہ روزہ کا دن وہی ہے جس کو تم سب روزہ کا دن قرار دو اور عید الفطر کا دن وہ ہے (حدیث کے آخر تک)۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنی مسند میں اسکو بطور ارسال ذکر فرمایا۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب الصوم باب ماجاء فی الفطر والاضحٰی متی یکون امین کمپنی دہلی ۱/ ۹۹

[2] سنن ابی داؤد کتاب الصیام باب اذا اخطأ القوم الهلال آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۱۸

[3] جامع الترمذی ابواب الصیام باب ماجاء ان الفطر یوم تفطرون الخ امین کمپنی دہلی ۱/ ۸۸

[4] السنن الکبرٰی کتاب الحج باب خطأ الناس یوم عرفة دار صادر بیروت ۵/ ۱۷۶

بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عطاء سے روایت کرتے ہوئے آخر میں یہ اضافہ کیا کہ یوم عرفہ وہی ہے جس کو تم سب یوم عرفہ سمجھو۔ (ت)

یعنی مسلمانوں کا روزِ عید الفطر، عید الاضحی، روزِ عرفہ سب اُس دن ہے جس دن جمہور مسلمین خیال کریں اسے وان لم یصادف الواقع ونظیرہ قبلۃ التحری (اگرچہ وہ واقع کے مطابق نہ ہو اس کی نظیر قبلۂ تحری ہے۔ ت) لاجرم عید میلاد والا بھی کہ عید اکبر ہے قول وعمل جمہور مسلمین ہی کے مطابق بہتر ہے فلا فوق العمل ما علیہ العمل (بہترین ومناسب ترین عمل وہی ہے جس پر جمہور مسلمانوں کا عمل ہو۔ ت) یہ ہے ان مسائل میں کلام مجمل، اور تفصیل کے لئے دوسرا محل۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

مسئلہ ۲۲۲ سادسہ شمسی تاریخ کیا تھی؟

الجواب

ولادتِ اقدس ہجرتِ مقدسہ سے ترپن ۵۳ برس پہلے ہے مرفوع ۶۰ سال ۵ نداک، مرفوع ۷ سال مرکا۔ ۵ لحا کہ ۱۸۷۰۱ یوم ہوئے یعنی اس سال کا محرم وسطے سال ہجرت کے محرم وسطے سے اتنے دن پہلے تھا، سات پر تقسیم کئے سے کچھ نہ بچا اور ابتدائے سال ہجری بحساب اوسط پنجشنبہ ہے تو ان ایامِ مذکورہ کا پچھلا دن چارشنبہ تھا اور جبکہ یہ پورے ہفتے ہیں تو ان کا پہلا دن پنجشنبہ تھا، اور جب اس سال کا مدخل پنجشنبہ ہوا تو اُس ربیع الاول کا مدخل یکشنبہ تو دوشنبہ کو نویں تھی یعنی یکم وسطے وہ ہلالی سے ایک دن پہلے ہوئی اب ما بین التاریخین ہماری تحقیق میں ۱۲۷ لط ہے ۵ لجا۔ نرھ لج محرم وصفر نط۔ ط ربیع الاول۔ زنامو۔ ۵۰۰ ۵ سال ھ مح مط ررضر ۷ سال رور اھ مارچ ال ک تاریخ مطلوب بستم اپریل ۱۷۵۶ معرفت یوم ہماری جداول سے ۱۷۵۱۔ ۳۳۶۔ ۲۲۵۔ ۲۸ باقی ۱۱ پس جدول ر میں مقابل ۱۱ دیکھا مدخل ۱۷۵۱ھ پنجشنبہ ہوا اور مدخل اپریل چارشنبہ پس بستم اپریل دوشنبہ، وھو المطلوب واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل دوم

مسئلہ ۲۲۳ ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وفات شریف حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ کیا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

قول مشہور و معتمد جمہور دوازدہم ربیع الاول شریف ہے، ابن سعد نے طبقات میں بطریق عمر بن علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے روایت کی:

قال مات رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ مضت من ربیع الاول[1]

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وفات شریف روز دوشنبہ بارھویں تاریخ ربیع الاول شریف کو ہوئی۔

شرح مواہب علامہ زرقانی آخر مقصد اول میں ہے:

الذی عند ابن اسحٰق والجمہور انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مات لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من شہر ربیع الاول[2]

امام ابن اسحاق اور جمہور کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا وصال اقدس ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوا۔ (ت)

اسی میں آغاز مقصد دہم میں ہے:

قول الجمہور انہ توفی ثانی عشر ربیع الاول[3]

جمہور کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بارہ ربیع الاول کو وصال فرمایا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

خمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں ہے:

توفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم الاثنین نصف النہار لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من ربیع الاول سنۃ احدی عشرۃ من الھجرۃ ضحٰی فی مثل الوقت الذی دخل فیہ المدینۃ[4]

نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وصال مبارک بارہ ربیع الاول شریف ۱۱ھ بروز پیر دوپہر کے وقت ہوا جس وقت آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تھے۔ (ت)

---

[1] الطبقات الکبرٰی ابن سعد ذکرکم مرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الخ دار صادر بیروت ۲/۲۷۲

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ آخر البعوث النبویۃ دار المعرفۃ بیروت ۳/۱۱۰

[3] شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد العاشرہ " " " ۸/۲۵۰

[4] تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ذکر وقت موتہ علیہ السلام موسسۃ شعبان بیروت ۲/۱۶۶

اسی میں امام ابوحاتم رازی و امام رزین عبدری و کتاب الوفا - امام ابن جوزی سے ہے:

مرض فی صفر لعشر بقین منہ و توفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من ربیع الاول یوم الاثنین[1]

حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیس[20] صفر کو بیمار ہوئے اور بارہ[12] ربیع الاول پیر کے روز آپ کا وصال ہوا۔ (ت)

کامل ابن اثیر جزری میں ہے:

کان موتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم الاثنین لثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من ربیع الاول[2]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال بارہ ربیع الاول پیر کے روز ہوا۔ (ت)

مجمع بحار الانوار میں ہے:

وصل بالحق فی نصف نہار لاثنتی عشر من ربیع الاول وقیل لمستہلہ وقیل للیلتین خلتا منہ والاول اکثر من الاخیرین[3]

آپ بارہ[12] ربیع الاول کو واصل بحق ہوئے، ایک قول یکم ربیع الاول اور ایک قول دو[2] ربیع الاول کا ہے مگر پہلا قول (۱۲ ربیع الاول) آخری دونوں سے اکثر ہے۔ (ت)

اسعاف الراغبین فاضل محمد صبان میں ہے:

توفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی بیت عائشۃ یوم الاثنین قبیل الزوال للیلتین مضتا من ربیع الاول وقیل لیلۃ مضت منہ وقیل لاثنتی عشرۃ لیلۃ مضت منہ وعلیہ الجمہور[4]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حجرہ مبارکہ میں دو[2] ربیع الاول شریف بروز پیر زوال سے تھوڑی دیر پہلے وصال فرمایا۔ ایک قول میں یکم اور ایک قول میں بارہ[12] ربیع الاول ہے اور جمہور اسی قول پر ہیں۔ (ت)

---

[1] تاریخ الخمیس ابتداء مرضہ علیہ الصلوٰۃ والسلام موسسۃ شعبان بیروت ۲/ ۱۶۱

[2] الکامل فی التاریخ ابن اثیر ذکر مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۲/ ۳۲۳

[3] مجمع بحار الانوار فصل فی السیر من سیرنا المختصر فی سبب قدوم الحبشۃ الخ مکتبۃ دار الایمان المدینۃ المنورۃ ۵/ ۲۹۶

[4] اسعاف الراغبین

www.alahazratnetwork.org

اور تحقیق یہ ہے کہ حقیقۃً بحسبِ رؤیت مکہ معظمہ ربیع الاول شریف کی تیرھویں تھی مدینہ طیبہ میں رؤیت نہ ہوئی لہذا اُن کے حساب سے بارھویں ٹھہری، وہی رواۃ نے اپنے حساب کی بنا پر روایت کی اور مشہور و مقبول جمہور ہوئی، یہ حاصلِ تحقیق امام بارزی و امام عماد الدین بن کثیر و امام بدر الدین بن جماعہ وغیرہم اکابر محدثین و محققین ہے، اس کے سوا دو قول ایک یکم ربیع الاول شریف ذکرہ موسٰی بن عقبۃ واللیث والخوارزمی وابن زبیر (اس کو موسٰی بن عقبہ، لیث، خوارزمی اور ابن زبیر نے ذکر کیا۔ت)، دوسرا دوم ربیع الاول شریف کہ دو رافضیان کذاب ابو مخنف و کلبی کا قول ہے، 27

ففی الزرقانی بعد عزو الاول الٰی من ذکرنا وعند ابی مخنف والکلبی فی ثانیۃ[2]۔

زرقانی میں یکم ربیع الاول کی نسبت ان حضرات کی طرف کرنے کے بعد جن کا ہم نے ذکر کیا ہے فرمایا کہ ابو مخنف اور کلبی کے نزدیک ۲ ربیع الاول کو وصال ہوا۔ (ت)

یہ دونوں اقوال محض باطل و نامعتبر بلکہ سراسر محال و نامتصور ہیں،

www.alahazratnetwork.org

وان میل الٰی کل نظر الی الحساب لامن حیث ان روایتھا اثبت فی الباب وانما یقضی الحساب علی القولین بالبطلان والذھاب کما ستعرف بعون الملک الوھاب، ووقع فی الکامل حکایۃ ثالث حیث قال بعد ما اعتمد قول الجمھور کما نقلنا وقیل مات نصف النھار یوم الاثنین للیلتین بقیتا من ربیع الاول[3] اقول وھو

ان دونوں قولوں میں سے ہر ایک کا میلانِ نظر حساب کی طرف ہے، اس حیثیت سے نہیں کہ ان کی روایت اس باب میں اثبت ہے، جبکہ حساب تو ان کے بطلان کا تقاضا کرتا ہے جیسا کہ عنقریب تو اس کی مدد سے جان لے گا جو بہت عطا فرمانے والا بادشاہ ہے۔ کامل میں ایک تیسری حکایت واقع ہوئی ہے جہاں صاحبِ کامل نے جمہور کا معتمد قول جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ایک قول کے مطابق رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اٹھائیس ربیع الاول

---

[1] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ المقصد الاول آخر البعوث النبویۃ دار المعرفۃ بیروت ۱۱۰/۲

[2] " " " " " " " " " " " " " "

[3] الکامل فی التاریخ ذکر مرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۳۲۳/۲

وهم وكانه شبه عليه خلتا بقيتا فان الحفاظ انما يذكرون ههنا سوى المشهور قولين لاغير۔

بروز پیر وصال فرمایا **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ وہم ہے گویا کہ قائل کو خلتا کے بجائے بقیتا کا اشتباہ ہوا کیونکہ حفاظ نے یہاں پر قول مشہور کے علاوہ فقط دو ہی قول ذکر کئے ہیں (ت)

تفصیلِ مقام و توضیحِ مرام یہ ہے کہ وفاتِ اقدس ماہِ ربیع الاول شریف روزِ دوشنبہ میں واقع ہوئی، اس قدر ثابت و مستحکم و یقینی ہے جس میں اصلاً جائے نزاع نہیں۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری و مواہب لدنیہ و شرح زرقانی میں ہے:

(ثم ان وفاته صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی یوم الاثنین) کما ثبت فی الصحیح عن انس ورواہ ابن سعد باسانیدہ عن عائشة وعلی وسعد وعروۃ وابن المسیب وابن شہاب وغیرہم (من ربیع الاول بلاخلاف) کما قال ابن عبدالبر بل کاد یکون اجماعاً[1] الخ۔

(پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال پیر کے روز ہے) جیسا کہ صحیح میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ثابت ہے۔ اس کو ابن سعد نے اپنی صحیح سندوں کے ساتھ سیدنا عائشہ صدیقہ، علی مرتضٰی، سعد، عروہ، ابن مسیب اور ابن شہاب وغیرہم سے روایت کیا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم (ربیع الاول میں وصال مبارک کے ہونے میں کوئی اختلاف نہیں) جیسا کہ ابن عبدالبر نے کہا بلکہ تقریباً اس پر اجماع ہے الخ (ت)

اُدھر یہ بلاشبہ ثابت کہ اس ربیع الاول سے پہلے جو ذی الحجہ تھا اس کی پہلی روزِ پنجشنبہ تھی کہ حجۃ الوداع شریف بالاجماع روزِ جمعہ ہے،

وقد ثبت ذلک فی احادیث صحاح لامنازع لہا فلا حاجۃ بنا الی اطالۃ الکلام بسردھا۔

تحقیق یہ ایسی صحیح حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے جن کا کوئی مزاحم نہیں لہٰذا ہمیں اس کی تفصیل میں طویل کلام کی کوئی ضرورت نہیں (ت)

اور جب ذی الحجہ ۱۰ھ کی ۲۹ روزِ پنجشنبہ تھی تو ربیع الاول ۱۱ھ کی ۱۲ کسی طرح روزِ دوشنبہ نہیں آتی کہ اگر ذی الحجہ، محرم، صفر تینوں مہینے ۳۰ کے لئے جائیں تو غرہ ربیع الاول روز

---

[1] المواہب اللدنیۃ آخر البعوث النبویۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۲۹
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ″ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۱۱

www.alahazratnetwork.org

چارشنبہ ہوتا ہے اور پیر کی چھٹی اور تیرھویں، اور اگر تینوں ۲۹ کے لیں تو غرہ روز یکشنبہ پڑتا ہے اور پیر کی دوسری اور نویں، اور اگر اُن میں کوئی سا ایک ناقص اور باقی دو کامل لیجئے تو پہلی سہ شنبہ کی ہوتی ہے اور پیر کی ساتویں چودھویں، اور اگر ایک کامل دو ناقص مانئے تو پہلی پیر کی ہوتی ہے پھر پیر کی آٹھویں پندرھویں، غرض بارھویں کسی حساب سے نہیں آتی، اور ان چار کے سوا پانچویں کوئی صورت نہیں، قولِ جمہور پر یہ اشکال پہلے امام سہیلی کے خیال میں آیا اور اسے لاحل سمجھ کر انھوں نے قول یکم اور امام ابن حجر عسقلانی نے دوم کی طرف عدول فرمایا۔

فی المواهب بعد ذکر القول المشهور (استشکله السهیلی وذٰلك انهم اتفقوا ان ذاالحجة کان اوله یوم الخمیس) للاجماع ان وقفة عرفة کانت الجمعة (فمهما فرضت الشهور الثلٰثة توام اونواقص اوبعضها لم یصح) ان الثانی عشر من ربیع الاول یوم الاثنین (قال الحافظ ابن حجر وهوظاهر لمن تامله وقد جزم سلیمٰن التیمی احد الثقات بان ابتداء مرضه صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان یوم السبت الثانی والعشرین من صفر ومات یوم الاثنین للیلتین خلتا من ربیع الاول فعلٰی هذا یکون صفر ناقصا ولا یمکن ان یکون اول صفر السبت الا ان یکون ذوالحجه والمحرم ناقصین فیلزم منه نقص ثلٰثة

مواہب لدنیہ میں قول مشہور کے ذکر کے بعد ہے۔ سہیلی نے اس پر اعتراض وارد کیا ہے وہ یہ ہے کہ علماء ذوالحجہ کے جمعرات کو شروع ہونے پر متفق ہیں کیونکہ وقوف عرفہ بروز جمعہ ہونے پر اجماع ہے۔ تو اب اگر تینوں مہینے (ذوالحجہ، محرم، صفر) کامل (تیس تیس دن کے) فرض کئے جائیں یا تینوں ناقص (انتیس انتیس دن کے) فرض کئے جائیں یا بعض کامل اور بعض ناقص فرض کئے جائیں کسی صورت میں یہ صحیح نہ ہوگا کہ بارہ[۱۲] ربیع الاول شریف پیر کے دن ہو۔ حافظ ابن حجر نے کہا یہ اشکال اس شخص پر ظاہر ہے جو تامل کرے۔ سلیمان تیمی جو کہ ثقہ ہیں قطعی طور پر کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی بیماری کا آغاز بائیس[۲۲] صفر بروز ہفتہ ہوا اور آپ کا وصال دو[۲] ربیع الاول شریف کو ہوا، اس حساب سے ماہ صفر ناقص ہوگا۔ اور جب تک ذوالحجہ اور محرم ناقص نہ ہوں صفر کا آغاز ہفتہ کے روز ہونا ممکن نہیں۔ اس طرح تین مسلسل مہینوں کا ناقص ہونا لازم آئے گا جو کہ مسلسل

www.alahazratnetwork.org

اشہر متوالیۃ) وھی غایۃ مایتوالی
قال الحافظ و اما من قال مات اول
یوم من ربیع الاول فیکون اثنان
ناقصین وواحد کاملا ولذا رجحہ
السھیلی (والمعتمد ما قالہ ابو
مخنف) الاخباری الشیعی قال فی
المیزان وغیرہ کذاب تالف متروک،
وقد وافقہ ابن الکلبی (انہ توفی ثانی
ربیع الاول وکان سبب غلط غیرہ
انھم قالوا مات فی ثانی شھر
ربیع الاول فغیرت فصارت ثانی عشر
واستمر الوھم بذلک یتبع بعضھم
بعضا من غیر تامل اھ مختصرا
مزیدا من الشرح **اقول**
ویظھر لمن تامل ھذا
الکلام منشأ اختلاف نظر
الامامین فی المیل الی
القولین فکان السھیلی
نظر ان قول ابی مخنف
لایتأتی الا ان تتوالی
الاشھر الثلثۃ ذو الحجۃ
ومحرم وصفر نواقص
وھذا فی غایۃ الندرۃ

ناقص ہونے کی آخری حد ہے۔ حافظ نے فرمایا
جس شخص نے کہا ہے کہ آپ کا وصال یکم ربیع الاول
کو ہے تو اس حساب سے دو مہینے ناقص اور
ایک کامل ہوگا۔ اسی لئے سہیلی نے اس کو ترجیح
دی ہے۔ اس باب میں ابومخنف مؤرخ شیعہ کا
قول معتمد ہے۔ میزان وغیرہ میں ہے کہ وہ کذاب،
تالف اور متروک ہے۔ ابن کلبی نے اس کی
موافقت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
وصال ۲ ربیع الاول کو ہوا۔ ابومخنف کے غیر کی غلطی
کا سبب یہ ہے کہ علماء نے کہا حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا وصال شہر (ربیع الاول) کی ثانی (دو ۲)
کو ہے، اس میں تغیر کردیا گیا تو یہ اس طرح ہوگیا کہ
آپ کا وصال ربیع الاول کی ثانی عشر (بارہ ۱۲)
کو ہے (یعنی لفظ شہر کی بجائے لفظ عشر
ہوگیا) پھر یہ وہم چلتا رہا اور اس میں بعض علماء
بعض کی بلاتامل پیروی کرتے رہے اھ اختصاراً
شرح میں کچھ اضافے کے ساتھ۔ **اقول** (میں
کہتا ہوں) اس کلام میں تامل کرنیوالے پر دونوں
اماموں کے دو قولوں کی طرف میلان کے بارے
میں نقطۂ نظر کے اختلاف کا منشا ظاہر ہوجاتا ہے،
سہیلی نے دیکھا کہ ابومخنف کا قول تب ہی متحقق
ہوسکتا ہے جب تینوں مہینے یعنی ذوالحجہ، محرم اور
صفر پے در پے ناقص ہوں اور یہ انتہائی نادر ہے

www.alahazratnetwork.org

۱؎ المواہب اللدنیہ آخر البعوث النبویہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۹-۲۴۸
۲؎ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ " دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۱۰ و ۱۱۱

بخلاف القول الاول فان علیه یکون شهران کاملا وشهران ناقصین وهذا اکثر فترجح ذلك فی نظره مع انه اشد ثبوت بالنسبة الی ذلك وكان الحافظ نظر ان علی القول الاول لایبقی للجمهور عذر فی الباب فالمیل الی مایکون فیه ابداء عذر لهم کما ذکر من وقوع تصحیف شهر بعشر احسن او امتن۔

بخلاف قول اول کے کہ اس پر ایک مہینہ کامل اور دو ناقص ہوتے ہیں اور یہ کثیر الوقوع ہے۔ چنانچہ سہیلی کی نظر میں یہ راجح ہے باوجودیکہ یہ ثبوت میں اس کی بنسبت اقوٰی ہے جبکہ حافظ نے اس بات کو ملحوظ رکھا کہ قول اول پر جمہور کے لئے اس باب میں کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ اس قول کی طرف میلان کرنا جس میں ان کے لئے عذر کا اظہار ہو زیادہ بہتر اور زیادہ قوی ہے جیسا کہ لفظ شہر کے لفظ عشر کے ساتھ تبدیل ہو جانے کا ذکر گزر چکا ہے۔ (ت)

مگر امام بدر بن جماعہ نے قول جمہور کی یہ تاویل کی کہ اثنی عشر خلت سے بارہ۱۲ دن گزرنا مراد ہے نہ کہ صرف بارہ۱۲ راتیں، اور ظاہر کہ بارہ۱۲ دن گزرنا تیرھویں ہی تاریخ پر صادق آئے گا اور دوشنبہ کی تیرھویں بے تکلف صحیح ہے جبکہ پہلے تینوں مہینے کامل ہوں کما علمت، اور امام بارزی وامام ابن کثیر نے یُوں توجیہ فرمائی کہ مکہ معظمہ میں ہلال ذی الحجہ کی رؤیت شام چارشنبہ کو ہوئی پنجشنبہ کا غرہ اور جمعہ کا عرفہ مگر مدینہ طیبہ میں رؤیت دوسرے دن ہوئی تو ذی الحجہ کی پہلی جمعہ کی ٹھہری اور تینوں مہینے ذی الحجہ، محرم، صفر تیس تیس کے ہوئے تو غرہ ربیع الاول پنجشنبہ اور بارھویں دوشنبہ آئی ذکرھا الحافظ فی الفتح (اس کو حافظ نے فتح میں ذکر کیا۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

اقول مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے اگرچہ طول میں غربی اور عرض میں شمالی ہے،

اما الثانی فظاهر معروف لكل من حج وزار واما الاول فثابت مثبت کالشافی فی الزیجات والاطالس من قدیم الاعصار۔

لیکن قول ثانی ہر اس شخص کے لئے ظاہر اور معروف ہے جو حج وزیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوا جبکہ قول اول قول ثانی کی طرح زمانہ قدیم سے زیجات واطلس میں ثابت و مثبت ہے۔ (ت)

اور ان دونوں اختلافوں کو اختلاف رؤیت میں دخل بیّن ہے کہ اختلاف طول سے بعد نیرین کم وبیش ہوتا ہے اور اختلاف عرض سے قمر کے ارتفاع مدار کے انتصاب اور بالائے افق

اُس کی بقامیں تفاوت پڑتا ہے اور کثرت بعد وزیادت انتصاب مدار وارتفاع قمر وطول مکث سب معین رویت ہیں اور ان کی کمی مخل رؤیت، مگر بلدین کریمین کے طول وعرض میں چنداں تفاوت کثیر نہیں اور جو کچھ ہے یعنی طول میں دو درجے اور عرض میں تین درجے وہ ما نحن فیہ میں ہرگز یہ نہ چاہے گا کہ مکہ معظمہ میں تو رؤیت ہو اور مدینہ طیبہ میں نہ ہو بلکہ اگر مقتضی ہوگا تو اس کے عکس کا کہ مقام جس قدر غربی تر ہو امکان رؤیت بیشتر ہوگا کہ دورۂ معدل میں مواضع غربیہ پر نیرین کا گزر مواضع شرقیہ کے بعد ہوتا ہے اور حرکت قمر توالی بروج پر غرب سے شرق کو ہے تو جب موضع شرقی میں فصل قمرین حد رؤیت پر ہو غربی میں اور زیادہ ہوگا کہ وہاں تک پہنچنے میں قمر نے قدرے اور حرکت شرق کو کی اور شمس سے اس کا فاصلہ بڑھ گیا یوں ہی جب عرض مرئی قمر شمالی ہو جیسا کہ یہاں تھا تو عرض بلد کا شمالی تر ہونا موجب زیادت تعدیل الغروب زائد ہو کر زیادت بُعد معدل وطول مکث قمر ہوگا مگر ہے یہ کہ موانع رؤیت حد انضباط سے خارج ہیں تو دفع استحالہ وتوجیہ مقالہ کے لئے احتمال کافی اور قواعد پر نظر کیجئے تو واقعی وہ دن مدینہ طیبہ میں رؤیت عادیہ کا نہ تھا سلخ ذی القعدہ وسطیہ روز چارشنبہ کو غروب شرعی شمس کے وقت افق کریم مدینہ منورہ میں موامرہ رؤیت کے مقدمات یہ تھے۔

www.alahazratnetwork.org

ماج ے ا	تقویم شمس
مائح مد	تقویم مرئی قمر
ح صہ ح الب	عرض مرئی قمر شمالی
ط قہ	تعدیل الغروب
مائح الحہ	قمر معدل
طصہ لو لحہ	بُعد معدل
ح صہ کہ	بُعد سوا

ظاہر کہ جب بُعد معدل وبعد سوا دونوں دس درجے سے کم ہیں تو یہ حالت حالتِ رؤیت نہیں قریب قریب اسی حالت کے مکہ معظمہ میں بھی مگر از انجا کہ وہ نو درجے یہ آٹھ درجے سے زائد ہے رؤیت پر حکم استحالہ بھی نہ تھا حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی برکات بے نہایات کے حضور یہ کیا بات تھی کہ ایسے امکان غیر متوقع کی حالت میں فصل وقفۂ جمعہ ملنے کے لئے بحکم الٰہی مکہ معظمہ میں شام چارشنبہ کو رؤیت واقع ہو گئی افق مدینہ طیبہ میں حسب عادت معہودہ نہ ہوئی پھر روز رؤیت ایام حمل ثور

وجوزاً خصوصاً ان بلاد گرم سیر میں گرد وغبار ہونا کوئی نامتوقع بات نہیں۔ یہ تحقیق کلام علماء ہے مگر امام عسقلانی نے ان توجیہوں پر قناعت نہ کی، پہلی پر مخالفت محاورہ سے اعتراض فرمایا کہ اہلِ زبان جب یہ لفظ بولتے ہیں بارہ[۱۲] راتیں ہی گزرنا مراد لیتے ہیں نہ بارہ[۱۲] دن کہ یہ تیرھویں رصادق ہو اور اول و دوم دونوں میں یہ استبعاد بتایا کہ چار مہینے متواتر تیس[۳۰] دن کے ہوئے جاتے ہیں،

فی المواھب عن الفتح ھذا الجواب بعید من حیث انہ یلزم منہ توالی اربعۃ اشھر کوامل[۱]

مواہب میں فتح سے منقول ہے کہ یہ جواب اس لئے بعید ہے کہ اس سے چار مہینوں کا پے در پے کامل ہونا لازم آتا ہے۔ (ت)

اقول اگر ندرت مقصود تو الزام مفقود کہ دفع استحالہ کو احتمال کافی، خود امام عسقلانی نے جو قول اختیار فرمایا اُس پر تین مہینے متوالی ناقص آتے ہیں یہ کیا نادر نہیں، اور اگر امتناع مراد تو ظاہر الفساد تین سے زیادہ متواتر ۲۹ کے مہینے نہیں ہوتے تیس[۳۰] کے چار تک آتے ہیں ہاں پانچ نہیں ہوتے۔ تحفۂ شاہیہ علامہ قطب الدین شیرازی و زیج الغ بیگی میں ہے:

واللفظ لہ" اہلِ شرع ماہ ہلالی را تاریخ از رؤیت ہلال گیرند و آں ہرگز از سی روز زیادہ نباشد و از بست و نہ[۲۹] روز کمتر نے و تا چہار ماہ متوالی سی سی آید و زیادہ نے و تا سہ ماہ متوالی بست و نہ بست و نہ آید و زیادہ نے[۲]

اور لفظ اسی کے ہیں۔ اہلِ شرع اس تاریخ کے مہینوں کو چاند کی رؤیت سے لیتے ہیں اور وہ ہرگز تیس[۳۰] دن سے زائد اور انتیس[۲۹] سے کم نہیں ہوتے اور چار ماہ تک متواتر تیس[۳۰] تیس[۳۰] کے ہو سکتے ہیں زیادہ نہیں، اور تین ماہ تک متواتر انتیس[۲۹] انتیس[۲۹] کے ہو سکتے ہیں زیادہ نہیں۔ (ت)

ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ۔ ت) قولِ جمہور سے قولِ مہجور کی طرف عدول نامقبول ہونے کے لئے اسی قدر بس تھا کہ اس کے لئے توجیہ وجیہ موجود ہے نہ کہ جب وہ اقوال مہجورہ دلائل قاطعہ سے باطل ہوں کہ اب تو ان کی طرف کوئی راہ نہیں۔ اوپر واضح ہوا کہ ان دونوں حضرات کا منشائے عدول تمسک بالحساب ہے کہ پیر کا دن

---

[۱] المواہب اللدنیۃ آخر البعوث النبویۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۶۴۹

[۲] زیج الغ بیگ

یقینی تھا اور وہ بارھویں پر منطبق نہیں آتا پہلی دوسری پر آسکتا ہے مگر حساب ہی شاہد عدل ہے کہ اس سال ربیع الاول شریف کی پہلی یا دوسری پیر کو ہونا باطل و محال ہے، فقیر اس پر دو حجت قاطعہ رکھتا ہے:

دلیل اوّل: غرہ وسطیہ کہ علمائے زیج بحساب اوسط لیتے ہیں نیّرین کے اجتماع وسطی سے اخذ کرتے ہیں اور بداہۃً واضح کہ رؤیت ہلال اجتماع قرین سے ایک مدّت معتدبہا کے بعد واقع ہوتی ہے تو غرۂ ہلالیہ کبھی غرۂ وسطیہ سے مقدم نہ آئے گا وانما غایتہ التساوی (اسکی غایت تو محض تساوی ہے) اور اجتماع و رؤیت میں کبھی اتنا فصل بھی نہیں ہوتا کہ قمر ڈیڑھ دو برج طے کرجائے لہذا تقدم وسطیہ کی نہایت ایک دو دن ہے و بس، کل ذٰلك ظاھر من لہ اشتغال بالفن (یہ سب ظاہر ہے اس شخص کے لئے جو فن کے ساتھ مشغولیت رکھتا ہے۔ ت) اور آشنائے فن جانتا ہے کہ ۱۱ھ ہجریہ میں ماہ مبارک ربیع الاول شریف کا غرہ وسطیہ روز سہ شنبہ تھا تو غرہ ہلالیہ یک شنبہ یا دوشنبہ کیونکر متصور کہ اگر یہ سہ شنبہ متاخر ہے تو ہلالیہ کا وسطیہ پر تقدم لازم آتا ہے اور اگر مقدم ہے تو اجتماع سے چار پانچ روز تک رؤیت نہ ہونے کا لزوم ہوتا ہے اور دونوں باطل ہیں۔

وبعین الدلیل یستحیل ما نقل عن سلیمٰن التیمی من کون غرۃ صفر یوم السبت فان غرتہ الوسطیۃ یوم الاثنین فکیف یمکن ان تتقدمھا الھلالیۃ بیومین او تتاخر عنھا بخمسۃ ایام وبہ یظھر استحالۃ ما اعتمدہ الحافظ بوجہ اٰخر فان مبناہ انما کان علی ھذا کما علمت۔

اور اسی دلیل سے سلیمان تیمی کے اس قول کا محال ہونا ثابت ہوتا ہے جو پہلے گزر چکا یعنی ماہِ صفر کا آغاز بروز ہفتہ ہوا اس لئے کہ جب اس کا غرۂ وسطیہ بروز پیر ہے تو غرۂ ہلالیہ کا اس پر دو دن مقدم ہونا یا اس سے پانچ دن مؤخر ہونا کیسے ممکن ہے، اور اسی سے حافظ کے قول معتمد کا محال ہونا ایک اور وجہ سے ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اس کی بنیاد بھی اسی دلیل پر ہے جیسا کہ تو جان چکا ہے۔ (ت)

دلیل دوم: فقیر نے شام دوشنبہ ۲۹ صفر وسطے ۱۱ھ کے لئے افق کریم مدینہ طیبہ میں نیّرین کی تقویمات استخراج کیں اور حساب صحیح معتمد نے شہادت دی کہ اس وقت تک فصل قرین حد رؤیت معتادہ پر نہ تھا آفتاب جوزا کے ۶ درجے سترہ [17] دقیقے باون [52] ثانیے پر تھا اور چاند کی تقویم مرئی جوزا کے پندرہ [15] درجے ستائیس [27] دقیقے اکتیس [31] ثانیے، فاصلہ صرف ۹ درجے ۹ دقیقے

۲۹ ثانیے تھا، اور حسبِ قولِ متعارف اہلِ عمل رؤیت کے لئے کم سے کم دس درجے سے زیادہ فاصلہ چاہیے۔ حاشیہ شرح چغمینی للعلامہ عبدالعلی البرجندی میں ہے:

المذکور فی الکتب المشہورۃ انہ ینبغی ان یکون البعد بین تقویمی النیرین اکثر من عشرۃ اجزاء وقیل ینبغی ان یکون ما بین مغاربہما عشرۃ اجزاء او اکثر حتی یکون القمر فوق الارض بعد غروب الشمس مقدار ثلثی ساعۃ او اکثر والمشہور فی ھذا الزمان بین اھل العمل انہ ینبغی ان یتحقق الشرطان حتی تمکن الرؤیۃ ویسمون البعد الاول بعد السواء والبعد الثانی بعد المعدل[1]

مشہور کتابوں میں مذکور ہے کہ نیرین (شمس و قمر) کی تقویموں کے درمیان دس درجے سے زائد فاصلہ چاہیے۔ اور کہا گیا ہے کہ انکی مغربوں کے درمیان دس درجے یا اس سے زائد فاصلہ ہونا چاہیے یہاں تک کہ چاند غروب آفتاب کے بعد دو تہائی ساعت یا اس سے زائد مقدار پر زمین سے اوپر ہو۔ اور اس زمانہ میں اہلِ عمل کے درمیان مشہور یہ ہے کہ دونوں شرطیں متحقق ہونی چاہئیں تاکہ رؤیت ممکن ہو۔ بُعدِ اول کا نام بُعدِ سواء اور بُعدِ ثانی کا نام بعدِ معدل رکھتے ہیں۔ (ت)

شرح زیج سلطانی میں ہے:

باید کہ بعد معدل دہ درجہ باشد یا زیادہ و بعد میان دو تقویم ایشاں ازدہ زیادہ باشد تا ہر دو شرط وجود نگیرد ہلال مرئی نہ شود و متعارف دریں زمان این ست[2]

بُعدِ معدل دس درجے یا اس سے زائد ہونا چاہیے اور ان کی دو تقویموں کے درمیان بُعد دس سے زائد ہوگا۔ جب تک دونوں شرطیں موجود نہ ہوں چاند دکھائی نہیں دے گا۔ اس زمانہ میں یہی متعارف ہے۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ شرح چغمینی
[2] شرح زیج سلطانی

جزئیاتِ مؤامرہ کی جدول یہ ہے

و ت م	وقت غروب شرعی بعد نصف النہار وسطے زیجی
ج و مز ب	تقویم حقیقی شمس بوقت مذکور
ج لو ے الب	تقویم حقیقی قمر بوقت مذکور
حہ ح سـ م	عرض حقیقی قمر شمالی
مـ قہ نا	اختلاف منظر قمر طولی جدولی
الح قرح	اختلاف منظر قمر عرضی جدولی
ج ہ الرلا	تقویم مرئی قمر ....
جـ مح لب	عرض مرئی قمر شمالی
حہ آ ر	تعدیل الغروب ....
ج سو لد لا	قمر معدل ....
حہ زند ھہ لح	مطالع نظیر جزء الشمس ....
حہ زسو لو	مطالع نظیر جزء القمر المعدل ....
حہ ما ـہ لح	بعد معدل ....
حہ ط ط لط	بعد سواء ....
غیر متوقع	حکم رویت ہلال ....

جب شب سہ شنبہ تک نیرین کا یہ حال تھا کہ وقوعِ رویت ہلال ایک محض غیر متوقع احتمال تھا تو اس سے دو ایک رات پہلے کا وقوع بداہۃً محال تھا جب اس رات قمر صرف نو درجے آفتاب سے شرقی ہوا تھا تو شام یک شنبہ کو قطعاً کئی درجے اس سے غربی تھا اور غروبِ شمس سے کوئی پاؤ گھنٹے پہلے ڈوبا اور شام شنبہ کو تو عصر کا اعلیٰ مستحب وقت تھا جب چاند مجلہ نشین مغرب ہوچکا، پھر رات کو رویت ہلال کیا زمین چیر کر ہوتی۔ غرض دلائل ساطعہ سے ثابت ہے کہ اس ماہ مبارک کی پہلی یا دوسری دوشنبہ کی ہرگز نہ تھی اور روزِ وفاتِ اقدس یقیناً دوشنبہ ہے تو وہ دونوں قول قطعاً باطل ہیں اور حق و صواب وہی قول جمہور بمعنی مذکور ہے یعنی واقع میں تیرھویں اور بوجہ مسطور تعبیر میں بارھویں کہ بحساب شمسی نہم

جزیران ۹۴۳ء رومی نوسو تینتالیس رومی اسکندرانی، ہشتم جون ۶۳۲ء چھ سو بتیس عیسوی تھی۔
واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۴ از فیروزپور محلہ پیران والا مسئولہ غیاث اللہ شاہ دبیر انجمن تعلیم الدین والقرآن علی مذہب النعمان ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ۔

مشہور ہے کہ حضور پُرنور شافع یوم النشور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بارھویں ربیع الاول کو ہوئی ہے چنانچہ تواریخ حبیب الٰہ اور مولود برزنجی میں یہی لکھا ہے اور اذاقۃ الآثام کے ص ۱۰۱ پر لکھا ہے کہ:

"مولینا رفیع الدین خاں مراد آبادی اپنے سفر کے حالات میں تحریر کرتے ہیں کہ بارھویں تاریخ ربیع الاول کو حرمین شریفین میں یہ محفل منعقد ہوتی ہے۔"

مگر زید کہتا ہے کہ دراصل پیدائش کی تاریخ ۹ ربیع الاول ہے اور سال فیل کے حساب کرنے سے ۹ تاریخ ربیع الاول کی آتی ہے اس لئے ۱۲ ربیع الاول جو روزِ وفات ہے عید میلاد کرنی ممنوع ہے اور ایک کتاب رحمۃ اللعالمین ایک شخص نے پٹیالہ میں حال میں لکھی ہے اس میں بھی ۹ تاریخ ولادت بحساب سالِ فیل تحریر کیا ہے اور شبلی نعمانی نے بھی اپنی سوانح میں ایسا درج کیا ہے تو اب ان میں صحیح اور معتبر کونسی تاریخ ہے؟ اور اگر دراصل ۹ تاریخ ولادت تو کیا عید میلاد ۹ کو کی جایا کرے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

شرع مطہر میں مشہور بین الجمہور ہونے کے لئے وقعت عظیم ہے اور مشہور عند الجمہور ہی ۱۲ ربیع الاول ہے اور علم ہیأت وزیجات کے حساب سے روزِ ولادت شریف ۸ ربیع الاول ہے کما حققناہ فی فتاونا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کر دی ہے۔ ت) یہ جو شبلی وغیرہ نے ۹ ربیع الاول لکھی کسی حساب سے صحیح نہیں۔ تعامل مسلمین حرمین شریفین و

عہ یعنی اس وقت جو شمار رائج تھا اس کے حساب سے ۸ جون اور اصلی حساب سے ۱۲ اتھی زیچ بہادر خانی سے بستم جون آتی ہے مگر یہ اس کی غلطی ہے کہ ہم نے اپنے رسالہ "تحقیقات سال مسیحی میں واضح کیا ہے ۱۲ منہ غفرلہ

لہ عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۱

۲ہ اذاقۃ الآثام

مصر و شام بلادِ اسلام و ہندوستان میں ۱۲ ہی پر ہے اس پر عمل کیا جائے، اور روزِ ولادت شریف اگر آٹھ یا بفرضِ غلط نو یا کوئی تاریخ ہو جب بھی بارہ کو عید میلاد کرنے سے کون سی ممانعت ہے وہ وجہ کہ اُس شخص نے بیان کی خود جہالت ہے، اگر مشہور کا اعتبار کرتا ہے تو ولادت شریف اور وفات شریف دونوں کی تاریخ بارہ ہے ہمیں شریعت نے نعمتِ الٰہی کا چرچا کرنے اور غم پر صبر کرنے کا حکم دیا لہٰذا اس تاریخ کو روزِ ماتمِ وفات نہ کیا روزِ سرورِ ولادتِ شریفہ کیا کما فی مجمع البحار الانوار (جیسا کہ مجمع البحار الانوار میں ہے۔ ت) اور اگر ہیأت و زیج کا حساب لیتا ہے تو تاریخ وفات شریف بھی بارہ نہیں بلکہ تیرہ ربیع الاول کما حققناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کر دی ہے۔ ت) بہرحال معترض کا اعتراض بے معنٰی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۵: مرسلہ جناب قاضی ارشاد علی صاحب از بیسلپور ضلع پیلی بھیت ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اُستنِ حنانہ یعنی وہ چوب خشک جس سے حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام تکیہ لگا کر وعظ فرمایا کرتے تھے اور جس کا قصہ مولانا روم رحمہ اللہ تعالٰی نے مثنوی شریف میں تحریر فرمایا ہے، کیا اس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دفن کیا اور اُس کی نماز جنازہ پڑھی؟

www.alahazratnetwork.org

الجواب

نماز جنازہ پڑھنا غلط ہے اور منبر شریف کے نیچے دفن کرنا ایک روایت میں آیا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶: از پورسہ پوسٹ آفس نیت پور ضلع دیناج پور مرسلہ محمد حافظ علی صاحب امام رجسترار پورسہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

شخصے می گوید کہ سوائے قصہ ابن الصیاد رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم با دجال ملاقات کردہ بودند و دجال بر صورت خود کہ بوقت خروج باشدہ بود وحضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ممانعت آنحضرت گوش نکردہ بر آں دجال تلوار زدہ بودند اما بر دجال نہ افتادہ بر پیشانی مبارک حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ او فتادہ بود بنا بر آں از آں

ایک شخص کہتا ہے کہ ابن صیاد کے قصہ کے علاوہ رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دجال کے ساتھ ملاقات کی جبکہ دجال اپنی اصلی صورت پر تھا جیسا کہ خروج کے وقت وہ ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ممانعت پر کان نہ دھرتے ہوئے دجال کو تلوار ماری جو اس کو نہ لگی بلکہ خود حضرت عمر